بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوریؒ

قدس اللّٰہُ سِرَّہٗ السّعید مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ

رحیمیہ

لاہور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابع

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی

مدیر: محمد عباس شاد

- درسِ قرآن
- درسِ حدیث
- خطبات و بیانات
- نصیحت آموز حکایات
- اخلاقیات
- بچوں اور خواتین کا کالم
- رفتارِ کار
- دینی مسائل

اداریہ

ملک میں جاری سیاسی کشمکش

●

حضرت رائے پوری رابعؒ: ایک عبقری شخصیت

ایک مجددِ تربیت

میرے حضرتؒ چلے گئے!

●

اقوالِ زرّیں حضرت رائے پوری رابعؒ

ستمبر 2014ء / ذی قعدہ 1435ھ - جلد نمبر 6، شمارہ نمبر 9 - قیمت فی شمارہ: مبلغ 20 روپے - سالانہ ممبرشپ: مبلغ 200 روپے - تین سالہ ممبرشپ: مبلغ 500 روپے

ارشادِ گرامی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشینِ ثانی
خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا: ''ہمارے حضرت (عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ) کے ہاں جنگِ طرابلس و بلقان کے ایام میں مولانا (ابوالکلام) آزاد کا اخبار ''الہلال'' پڑھا جاتا تھا۔ ان کے مضامین جو عموماً سیاسی ہوتے تھے، پسند کیے جاتے تھے، بلکہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ مولانا آزاد نے ہمارے حضرات کو اس مد میں بیدار کیا ہے۔ میں کبھی مولانا آزاد سے نہیں ملا اور نہ کبھی اپنے حضرات کے علاوہ کسی اور سے ملنے کا شوق ہی پیدا ہوا۔ حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ اور ان کا حلقہ تو ظاہر ہے کہ مولانا آزاد سے مانوس نہ تھا۔

حضرت شیخ الہند (مولانا محمود حسنؒ) کے ہاں سنا ہے کہ مولانا آزاد ایک دفعہ پہنچے۔ وہاں پہلے سے ''الہلال'' کے ذریعے تعارف تھا تو حضرت شیخ الہندؒ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ: ''آپ مولانا آزاد معلوم ہوتے ہیں۔'' حضرت شیخ الہندؒ کے ہاں سیاسی خیالات کی وجہ سے مولانا آزاد سے مناسبت اور اُنسیت تھی۔ اور یہ بھی سنا ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ: ''آپ نے ہمیں جگا دیا ہے۔'' مولانا آزاد کے مضامین سے ان کی ذہانت نمایاں ہے۔''

(مجلس 3/ ذی الحجہ 1365ھ/ 19/ اکتوبر 1946ء، بروز منگل۔ رائپور) (ارشاداتِ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص:190۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ)

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئنز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، A.16 موریہ خان سوسائٹی، عقب سٹار گیٹ
نزد ائیرپورٹ، شاہراہِ فیصل، کراچی
0092-021-34600000 , 021-34600001

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیونتھ روڈ
سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر2، خان کالونی
چونگی نمبر7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111, 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

درسِ قرآن

تشریح: حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

نظامِ ظلم اور تدبیرِ الٰہی

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآىِٕفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَیَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ۝ (4:28)

(فرعون چڑھ رہا تھا ملک میں اور کر رہا تھا وہاں کے لوگوں کو کئی فرقے، کمزور کر رکھا تھا ایک فرقے کو اُن میں، ذبح کرتا تھا ان کے بیٹوں کو اور زندہ رکھتا تھا ان کی عورتوں کو۔ بے شک وہ تھا خرابی ڈالنے والا)

مصر میں قبطی بھی آباد تھے، جو فرعون کی قوم تھی اور سبطی بھی جو 'بنی اسرائیل' کہلاتے تھے، لیکن فرعون ظلم و تکبر کی راہ سے 'بنی اسرائیل' کو پنپنے اور ابھرنے نہیں دیتا تھا۔ گویا سب قبطی آقا بنے ہوئے تھے اور پیغمبروں کی اولاد 'بنی اسرائیل' کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ ان سے ذلیل کام اور بیگاریں لیتے اور کسی طرح اس قابل نہ ہونے دیتے کہ ملک میں وہ کوئی قوت و وقعت حاصل کر سکیں۔ فرعون نے ایک خواب دیکھا تھا، جس کی تعبیر کاہنوں نے یہ دی کہ کسی اسرائیلی کے ہاتھ سے تیری سلطنت برباد ہوگی۔ اس لیے پیش بندی کے طور پر اُس کو یہ احمقانہ اور ظالمانہ تدبیر سوجھی کہ بنی اسرائیل کو ہمیشہ کمزور کرتے رہنا چاہیے تاکہ انھیں حکومت کے مقابلے کا حوصلہ ہی نہ ہو اور آئندہ جو لڑکے ان کے پیدا ہوں، ان کو ایک طرف سے ذبح کر ڈالنا چاہیے۔ اس طرح آنے والی مصیبت رُک جائے گی۔ البتہ لڑکیوں سے چوں کہ کوئی خطرہ نہیں، انھیں زندہ رہنے دیا جائے۔ وہ بڑی ہو کر باندیوں کی طرح ہماری خدمت کیا کریں گی۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ: بنی اسرائیل آپس میں حضرت ابراہیم خلیلؑ کی ایک پیشین گوئی کا تذکرہ کیا کرتے تھے، جس میں خبر دی گئی تھی کہ ایک اسرائیلی جوان کے ہاتھ پر اس سلطنتِ مصر کی تباہی مقدر ہے۔ شدہ شدہ یہ تذکرے فرعون کے کانوں تک پہنچ گئے۔ اس احمق نے قضاو قدر کی روک تھام کے لیے ظلم و ستم کی یہ اسکیم جاری کی۔ یعنی زمین میں خرابی پھیلانے والا تو تھا ہی، لہٰذا اسے ایسا ظلم و ستم کرنے میں کیا جھجک ہوتی۔ بس جو دل میں آیا، اپنے کبر و غرور کے نشے میں بے سوچے سمجھے کر گزرا۔

اس ملعون (فرعون) کے انتظامات تو وہ تھے، اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ کمزوروں کو قوی اور پستوں کو بالا کیا جائے۔ جس قوم کو فرعونیوں نے ذلیل، غلام بنا رکھا تھا، ان ہی کے سر پر دین کی امامت اور دنیا کی سرداری کا تاج رکھ دیا جائے۔ ظالموں اور متکبروں سے جگہ خالی کرا کر اس مظلوم و ستم رسیدہ قوم سے زمین کو آباد کر دیا جائے۔ اور دینی سیادت کے ساتھ دُنیوی حکومت بھی اس مظلوم و مقہور قوم کے سپرد کر دی جائے۔

''ہامان'' فرعون کا وزیر تھا، جو ظلم و ستم میں اس کا شریک اور آلہ کار بنا ہوا تھا۔ جس خطرے کی وجہ سے اس نے بنی اسرائیل کے ہزار ہا بچوں کو ذبح کر ڈالا تھا، اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ ہی خطرہ ان کے سامنے آئے۔ فرعون نے امکانی کوشش کر دیکھی اور پورے زور خرچ کر لیے' کسی طرح اس اسرائیلی بچے سے مامون ہو جائے، جس کے ہاتھ پر اس کی تباہی مقدر تھی۔ لیکن تقدیرِ الٰہی کہاں ٹلنے والی تھی۔ خداوندِ قدیر نے اس بچے کو' اسی کی گود میں' اسی کے بستر پر' اسی کے محلات کے اندر شاہانہ ناز و نعم سے پرورش کرایا۔ اور دکھلا دیا کہ خدا جو انتظام کرنا چاہے، کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

اسلام کا نظامِ عدل اور مغربی جمہوریت

عن عبد الله رضی الله عنه: انّ رسول الله صلّی الله علیه وسلّم قال: "کُلّکم راعٍ، فمسؤول عن رعیّته. فالأمیر الذی علی النّاس راعٍ، و هو مسؤول عنهم. و الرّجل علی أهل بیته، و هو مسؤول عنهم. الخ"

(صحیح بخاری. باب کراهیة التطاول علی الرقیق و قوله عبدی. جز: 1. ص: 901)

(حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خبردار ہو جاؤ! تم سب کے سب راعی اور والی ہو۔ بادشاہ جو کہ لوگوں پر مقرر کیا گیا ہے، راعی ہے اور اپنی رعیت کو جواب دہ ہے اور مرد اپنے گھرانے کے لوگوں کا راعی ہے اور اپنی رعیت کو جواب دہ ہے۔ اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی راعی ہے اور اپنی رعیت کو جواب دہ ہے۔ اور آدمی کا خادم اپنے مالک کے مال کا راعی ہے اور اپنی رعیت کو جواب دہ ہے۔ خبردار ہو جاؤ! تم سب راعی ہو اور اپنی رعیت کو جواب دہ ہو۔'')

یہ اسلام کا وہ صحیح نظامِ حکومت ہے، جس کے ہوتے ہوئے کسی حاکم کو رعایا کی خیر خواہی سے غافل ہونا درست نہیں ہے۔ جناب رسول اللہؐ فرماتے ہیں: ''کوئی شخص اگر مسلمان رعایا کا والی اور حاکم بنایا گیا اور وہ اس حالت میں مرا کہ وہ ان کے حقوق میں خیانت کرنے والا ظالم تھا، تو جنت اس پر حرام ہوگی۔'' نیز فرمایا: ''کوئی بندۂ خدا ایسا نہیں ہے کہ اگر اس کو اللہ تعالیٰ نے کسی رعیت کا راعی اور حاکم بنایا اور اس نے ان کی نگہبانی اور حفاظت' ان کی خیر خواہی کے ساتھ نہ کی تو اس کو جنت کی خوشبو بھی نہیں ملے گی۔''

شخصی حکومتوں کے جبر و استبداد، حاکمانہ خود غرضیوں اور شہوت پرستیوں کی وجہ سے عالمِ انسانی پر جو بربادی اور ہلاکت کے پہاڑ ٹوٹا کرتے تھے، ان سے تنگ آ کر انسانی دنیا نے انقلابات کے دروازے کھولے اور جگہ جگہ جمہوری نظام قائم کیے گئے۔ اگرچہ بعض ممالک میں شاہی خاندانوں کو بھی باقی رکھا گیا، مگر ان کو اس قدر بے دست و پا کر دیا گیا تھا کہ نظم و نسق اور عام رعایا کے متعلق کسی قسم کے تصرف کا اختیار باقی نہیں رکھا گیا تھا۔ یہ جمہوری نظام اگرچہ ظاہری نظر میں خوش کن تھا اور ممکن ہے ابتدائی مراحل میں اس میں پوری طرح ہر خاص و عام، امیر و غریب کا بھی لحاظ رکھا گیا ہو، مگر اقتدار قائم ہوتے ہی بوالہوسی اور سرمایہ پرستی کا غلبہ ہو گیا۔ غربا اور مزدوروں کے خون پسینے سے ہولی کھیلی جانے لگی۔ نظام میں اس قدر سرمایہ پرستی، خود غرضی اور یورپین اقوام کی نسل پرستی کی لعنت گھس گئی کہ عام انسانی دنیا شخصی حکومتوں سے اس قدر ہلاکت و بربادی کا شکار نہیں ہوئی تھی، جتنی کہ اس فریبانہ ''جمہوریت'' اور نام نہاد ''خدمتِ خلق'' سے ہونے لگی۔ بالآخر دنیا میں دوبارہ انقلابات کی نشو و نما ہونے لگی۔ اس غلط اور برباد کن جمہوریت کے نظام کو توڑنے اور اس کو مٹا دینے کے ولولے ظہور پذیر ہوئے اور بزعمِ خود اصلاحِ خلق اور ان کی عام پرورش کا بیڑا اٹھایا گیا۔ جس کے سبب عالمی سطح پر کئی ایک نظام ظہور پذیر ہوئے، جیسے سوشل اِزم، نازی اِزم، فاش اِزم، ڈکٹیٹر شپ، جاپانی اِزم، یورپین اِزم، لیکن یہ دنیا کو امن، خوش حالی دینے کی بجائے پہلے سے بھی زیادہ تباہی و بربادی کا باعث ہوئے۔ لیکن اسلام وہ نظام ہے، جس میں ہر حاکم اور والی کو تمام رعایا؛ مسلم، غیر مسلم، چھوٹے بڑے، مرد عورت، دیسی، پردیسی وغیرہ سب کے ساتھ عدل و مساوات کا حکم دیا گیا ہے۔

www.rahimia.org

اداریہ

ملک میں جاری سیاسی کشمکش

اس وقت ملک سیاسی کشمکش کے نتیجے میں ایک غیر معمولی صورت حال سے دوچار ہے۔ ایک طرف عوام کی بہت بڑی تعداد دو سیاسی جماعتوں کے پلیٹ فارم سے دارالحکومت اسلام آباد میں دھرنا دیے بیٹھی ہے، تو دوسری طرف اقتدار پر قابض حکمران طبقہ اپنی ضد، انا اور ہٹ دھرمی سے اقتدار سے چمٹا ہوا ہے اور فوج کے پیچھے چھپنے کی کوشش کر رہا ہے۔ حکمرانوں کی بعض اتحادی جماعتیں اور نام نہاد اپوزیشن جماعت اس بحران پر کسی سیاسی عمل اور ڈائیلاگ کے ذریعے قابو پانے سے قاصر نظر آ رہی ہے۔ مزید برآں ان کے بیانات سے ان کا ذہنی دیوالیہ پن بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اس موقع پر ہر باشعور پاکستانی کو وقتی جذبات سے بالاتر ہوکر درپیش صورت حال کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کرنا چاہیے۔

موجودہ صورت حال میں ہمیں سب سے پہلے ملک میں موجود حکمران پارٹی اور نظام کا جائزہ لینا چاہیے کہ کیا یہ اس قابل ہیں کہ معاشرے کے سیاسی، معاشی، سماجی اور اجتماعی مسائل کو حل کرسکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ملک میں موجود نظام حکومت انسانی تاریخ کی بدترین طرز حکمرانی ہے۔ جس میں ایک مخصوص خاندان اور ان کے حواری طبقوں کی حکومت ہے اور وہ اُسے ایک پرائیویٹ لمیٹڈ کمپنی کی طرح چلا رہے ہیں۔ جس میں قانون کی حکمرانی (Rule of Law) اور اداروں کا تصور ناپید ہو چکا ہے۔ اداروں کی سربراہی تربیت یافتہ اور پیشہ ور لوگوں کی بجائے حکمران خاندانوں کے نااہل افراد کے رحم و کرم پر ہے۔ جس کے نتیجے میں معاشرے میں حکمرانوں کے خلاف نفرت، بے چینی اور اضطراب عروج پر ہے۔ اسلام آباد میں عوام کی موجود بھاری تعداد اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اس نظام اور حکمران طبقوں سے بیزار ہیں۔ قطع نظر اس بات کے کہ عوام کی اس بھاری تعداد کی قیادت کون سی سیاسی قوت کر رہی ہے، یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ عوام موجودہ نظام اور اس نظام کو بچانے والی قوتوں کو مسترد کر چکے ہیں۔ دھرنے اور مارچ میں موجود لوگوں کے جذبات اس نظریے اور سوچ کی بھی نفی کر رہے ہیں کہ پاکستان میں عوام کسی بڑی تبدیلی اور انقلاب کا حصہ بننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ پاکستان کے عوام ہمیشہ روشنی کی کرن سے پُر امید ہونے والے عوام ہیں، لیکن بدقسمتی سے اس ملک میں سچی اور دیانت دار لیڈرشپ کا فقدان ہے۔ جس کے نتیجے میں عوام کو ایسی قوتیں استعمال کرنے میں کامیاب ہوجاتی ہیں، جن کا اپنا ایک مخصوص ایجنڈا ہوتا ہے۔ اس موقع پر اُن سیاسی قوتوں کا تجزیہ بھی ضروری ہے، جو عوام کے خوابوں کو حقیقت کا روپ دینے کی دعوے دار ہیں۔ اور عوام بھی ان پر اعتماد کر کے اپنے گھربار اور کاروبار کو چھوڑ کر اُن کے ساتھ کندھے سے کندھا ملائے کھڑی ہے۔ وہ نہ صرف اسلام آباد میں اپنے ساتھ شریک عوام کو ''آزادی''، ''انقلاب'' اور ''نئے پاکستان'' کا سنہرا سپنا دکھا رہی ہیں، بلکہ الیکٹرانک میڈیا کی ملک گیر نشریات کے ذریعے گھروں میں بیٹھے عوام کے سوچ و خیال کو بھی متاثر کر رہے ہیں۔ یہ اُن کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے کہ وہ اپنے ایجنڈے کے مطابق کسی بڑی تبدیلی کو ممکن بنا سکیں۔

الغرض! موجودہ کشیدگی اور کشمکش کا اونٹ جس کروٹ بھی بیٹھے، سرِ دست نظام کی مکمل تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ اگر کچھ ہوا بھی تو اس گلے سڑے کلاسیکل سرمایہ دارانہ نظام کی جگہ ایک نیا مغربی ملکوں کی طرز پر ترقی یافتہ سرمایہ دارانہ نظام کا جدید ماڈل لانے کے لیے یہ قوتیں استعمال ہوجائیں گی، لیکن پہلے راؤنڈ میں یہ بھی ممکن نظر نہیں آتا۔ اس کی بڑی وجہ نئے نظام کو چلانے کے لیے جس استعداد اور صلاحیت کی ضرورت ہے، موجودہ تبدیلی کی دعوے دار جماعتیں اس سے یکسر خالی نظر آتی ہیں۔ یہ قوتیں اسی نظام کے ساتھ کسی مشترکہ مفادات کے ایجنڈے پر صلح کرلیں گی یا بعض شخصیات کے استعفے پر یہ تحریک اپنے انجام کو پہنچ جائے گی۔ مکمل تبدیلی کا خواب ادھورا رہ جائے گا، جو کسی انقلابی پارٹی کی مکمل تیاری کا مرہونِ منت ہی ہوگا۔ **مدیر**

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ : ایک عبقری شخصیت

محمد عباس شاد

اس ماہ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کا دوسرا یوم وصال ہے۔ ہر سال ان کا یوم وصال ان سے محبت و عقیدت رکھنے والے انسانوں کے احساسات و جذبات کو گرماتا رہے گا اور ان کے مشن و پروگرام کے لیے عزم و حوصلوں کو تازہ ولولے عطا کرتا رہے گا۔ بلاشبہ حضرت اقدسؒ اپنے عہد کی ایک عبقری شخصیت تھے۔ ان کے تذکرے کے بغیر اس عہد کے مؤرخ کے قلم کی جنبش ادھوری اور اس کا تخیل تشنہ رہے گا۔ یوں تو ان کے فکر و عمل کے امتیازات بے شمار ہیں، لیکن اگر مختصراً ان کی سرگرم عملی زندگی کا احاطہ کیا جائے تو چند ایک نمایاں امتیازات کھل کر سامنے آتے ہیں۔

1. پاکستان میں جب سیاسی و مذہبی جماعتیں معاشرے کی جزوی خرابیوں کو موضوع بحث بنائے ہوئے تھیں، اس وقت انھوں نے تمام بُرائیوں کی جڑ وقت کے طاغوتی نظام کو قرار دیا اور یوں تبدیلیٔ نظام کا شعوری نظریہ دیا۔
2. پاکستانی معاشرے کو جب مذہبی، سیاسی، نسلی اور ثقافت و کلچر کی بنیاد پر تقسیم، انتشار اور افتراق کی طرف دھکیلا جا رہا تھا، اس وقت انھوں نے اسلام کے نظریۂ اتحاد، اتفاق اور وحدت کا پرچار کیا۔
3. جب سرد جنگ کے عہد میں دو عالمی متحارب قوتوں کے تصادم میں مذہب کے نام پر ''جہاد'' کے ''فتوے'' لکھ کر دہشت گردی اور قتل و غارت کے اسباب فراہم کیے جا رہے تھے، انھوں نے سامراج کی اس حکمتِ عملی کا پردہ چاک کیا۔
4. پاکستانی سیاست میں جب موچی دروازے، نشتر پارک اور لیاقت باغ میں انسانی جتھوں کو جمع کر کے شوق قیادت اور جوشِ خطابت کے جوہر دکھائے جاتے تھے، اس وقت انھوں نے ایک منظم اور تربیت یافتہ جماعت کی بنیادیں فراہم کیں۔
5. جب دیوبندی جماعتیں علمائے دیوبند کے نام پر ان کے عقیدت مندوں سے محض چندے حاصل کر رہی تھیں، اس وقت انھوں نے امام شاہ ولی اللہؒ کے معاشی و سیاسی پروگرام اور علمائے دیوبند کی سیاسی فکر پر تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔
6. قیام پاکستان کے بعد دو نظام ہائے تعلیم کے نتیجے میں پڑھے لکھے طبقوں میں ایک نئی تقسیم وجود میں آئی تو انھوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے قدیم و جدید کے فاصلوں کو ختم کر کے ایک قومی جماعت کے امکان کو زندہ کیا۔
7. جب لوگ مدرسوں اور خانقاہوں کے نام پر پرمٹوں اور کلیموں کی جنگ لڑ رہے تھے، انھوں نے مدرسہ و خانقاہ کے نام پر کوئی پلاٹ اور بلڈنگ حاصل نہ کی اور اپنے عقیدت مندوں کو اپنے وسائل سے اپنے مراکز قائم کرنے کی تربیت دی۔
8. جب اسلام کے نام پر سرمایہ دارانہ نظام کے اقتدار کے ایوانوں میں قراردادوں اور شریعت بل پاس کروا کر اسلام کو بدنام کرنے کی سازش ہو رہی تھی، اس وقت انھوں نے اسلام کی جامعیت کو شریعت، طریقت اور سیاست کا عنوان دیا۔
9. جب اسلام اور سرمایہ دارانہ نظام فکر کو باہم متحد کرنے کی کوشش ہو رہی تھی، تو انھوں نے اسلام کو بے کسوں اور مظلوم طبقوں کے نجات دہندہ کے طور پر پیش کیا۔ اور اسلام کی سرمایہ دارانہ تعبیر کو مسترد کر دیا۔
10. انھوں نے عوام کی نظروں سے اوجھل ان کے حقیقی دشمن عالمی استعمار کا شعور دیا۔

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

افادات: حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت رائے پوری رابعؒ و مسند نشین خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

دنیا میں کامیابی کا قانون اور ضابطہ

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے 7/فروری 2014ء/ 6/ربیع الثانی 1435ھ کو ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ کے مین کیمپس لاہور میں نماز جمعہ کے شرکا سے خطاب کرتے ہوئے قرآن حکیم کی آیت:

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (50:5)

کے تناظر میں ارشاد فرمایا:

’’انسان کسی نہ کسی قانون اور ضابطے کے تحت زندگی بسر کرتا ہے۔ ایسا ممکن نہیں کہ وہ کسی قانون اور ضابطے سے ماورا ہو کر مادر پدر آزاد زندگی بسر کرے۔ وہ انسانی معاشرہ ہی نہیں کہلاتا، جو کسی قانون اور ضابطے کا پابند نہ ہو۔

وہ قانون اور ضابطہ کیا ہونا چاہیے؟ قرآن حکیم نے غور و فکر کی دعوت دی اور عقل و شعور کو اپیل کی ہے۔ انسانی دل و دماغ کو جھنجھوڑا اور جمود کو توڑا ہے کہ دیکھو اور غور و فکر کرو کہ اللہ کا اس کائنات اور انسانیت کے حوالے سے قانون اور ضابطہ کیا ہے۔ قرآن حکیم نے اس کی نشان دہی کی ہے۔ قرآن حکیم پورا کا پورا اس قانون اور ضابطے کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ قرآن حکیم کے احکامات کا دائرہ بڑا مختصر سا ہے۔ انسانی زندگی کی تعمیر و تشکیل کے لیے چند بنیادی اَخلاق اور اَقدار پر مبنی ایک بنیادی فریم ورک واضح کیا ہے۔

پہلی قدر یہ ہے کہ ہر انسان اپنے دل، دماغ، جسم اور اپنی زندگی کے تمام دائروں میں طہارت و نفاست اور پاکیزگی کو اپنی شناخت بنائے۔ اس کے خیالات پاک ہوں، اس کا دماغ، اس کا فکر، اس کے دل کے کیے ہوئے فیصلے، اس کی زندگی کے عملی مظاہر پاکیزگی لیے ہوئے ہوں۔ دل پاک، دماغ پاک اور جسم کی طہارت ہو، یہ وضو اور غسل جسم کی طہارت ہے۔ اس طہارت کا بنیادی مقصد اس کے دل و دماغ اور اس کے اَخلاق اور رویوں کا بھی پاکیزہ ہونا ہے۔ مفاد پرستی، لالچ، خود غرضی، انسان دشمنی، بداَخلاقی، اس کے دل و دماغ میں موجود نہیں ہونی چاہیے۔ پاکیزگی کی سوچ ہو، پاکیزگی کے علاوہ ہر رویہ اور خُلق پھینک دینے کے قابل ہے۔

دوسری بنیادی قدر یہ ہے کہ جب اس کائنات کا شہنشاہ مطلق ایک ہے اور وہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے، تو صرف اور صرف اسی طاقت کے سامنے سر جھکایا جائے۔ اسی کے سامنے ’’اخبات الی اللہ‘‘ کیا جائے۔ باقی ساری مخلوق انسان کے لیے ہے، انسان ان کے لیے نہیں۔ باقی تمام کائنات مخلوق ہے۔ اور مخلوق کی حیثیت سے ان کے ساتھ اس کا تعلق استفادے اور تسخیر کا ہو سکتا ہے، اپنے فائدے کے لیے اُن سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے ان کے سامنے سر جھکانے کی بجائے ایک اللہ کے سامنے سر جھکایا جائے۔

تیسری بنیادی قدر یہ ہے کہ تمھارے نفس، قلب اور عقل میں جراَت، ہمت اور بلند ہمتی ہونی چاہیے۔ پستی نہیں ہونی چاہیے۔ اسی کو سماحتِ نفس کہا جاتا ہے کہ ہر پستی سے براَت کا اعلان ہو۔ رجعت پسندی کے ہر فرسودہ خیال کو ترک کیا جائے۔ ترقی کے مراحل طے کرنے کے لیے قلب کی جراَت، بلند ہمتی کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیے۔ بقیہ ص: 11 پر

اجتماعی جدوجہد میں صبر و ہمت کی اہمیت

حضرت آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے 14/فروری 2014ء/ 13/ربیع الثانی 1435ھ کو ادارہ رحیمیہ لاہور میں نماز جمعہ سے پہلے قرآن حکیم کی آیت:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (10:39) کے تناظر میں ارشاد فرمایا:

’’دنیا کا کوئی بھی عمل اس وقت تک وجود میں نہیں آتا، جب تک کہ اُس عمل کو قائم کرنے والی جماعت، ٹیم، افرادی قوت، جدوجہد اور کوشش کا اجتماعی رُخ اختیار نہ کرے۔ فرد کی انفرادی کاوشیں بھی اُسی وقت نتیجہ خیز ہوتی ہیں، جب وہ نظم و ضبط کے سانچے میں ڈھل جائے۔ کس فرد کو کس وقت کس شیڈول کے تحت کون سا کام کتنی حد تک کرنا ہے، جب تک یہ نہ طے کر لیا جائے، تو اجتماعیت قائم نہیں ہوتی۔ اسی لیے تمام انبیا علیہم السلام نے آ کر اپنے فکر و عمل پر جماعتیں قائم کیں۔ صرف انفرادی وعظ نہیں کہا۔ وعظ و اصلاح کا سلسلہ ہی صرف انبیا علیہم السلام کی خصوصیت نہیں، بلکہ عملی اقدامِ نبوت کی بنیادی ضروریات اور تقاضوں میں سے ہے۔ اور عملی اقدام بغیر جماعت کے نہیں ہوتا۔

اجتماعیت کے لیے بنیادی اور ناگزیر بات یہ ہے کہ جماعت کے تمام افراد اپنے نظریے، فکر، طے کردہ عمل، بنائے گئے شیڈول اور نظم و ضبط کو پوری صبر و استقامت کے ساتھ نہ صرف ذاتی طور پر قبول کریں، بلکہ اجتماعیت قبول کرنے والی اپنی تمام افرادی قوت کو بھی صبر و استقامت کی دعوت دیں۔ صبر ایک ایسا بنیادی خُلق ہے، استقامت ایک ایسی بنیادی حقیقت ہے کہ اس کے بغیر عمل پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ عربی میں ’’صبر‘‘ کہتے ہیں المنع کو، یعنی ’’ایک جگہ رُک جانا‘‘۔ کہ جو دائرہ آپ نے مقرر کر لیا ہے، اس دائرے سے نہ باہر اور نہ اندر۔ جو لائن آپ نے لگا دی ہے، اس لائن سے آپ آگے پیچھے نہیں ہوں گے۔ اسی لیے مفسرین نے صبر کے بنیادی طور پر تین دائرے متعین کیے ہیں؛ ایک صبر علی المصائب۔ ایک مسلمان کا صبر اور استقامت یہ ہے کہ اس کے اپنے فکر اور نظریے کے مقابلے پر کتنی ہی مصیبتیں کیوں نہ آئیں، ان تمام مصیبتوں کو وہ برداشت کرے، لیکن اپنے نظریے اور فکر و عمل سے منحرف نہ ہو۔ دوسرا صبر عن المعاصی؛ یہ ہے کہ انسان کو اپنے کام سے ہٹانے کے لیے کتنی ہی خواہشات، لالچ، تمنائیں، آرزوئیں اس کے دل میں پیدا کی جائیں، لیکن وہ اس لالچ کا اسیر نہ ہو۔ ان خواہشات کے پیچھے نہ بھاگے۔ اپنے طے کردہ دائرۂ کار کے اندر رہ کر استقامت کے ساتھ آگے بڑھتا جائے۔ تیسری بنیادی چیز صبر علی الطاعات ہے کہ کام کرنے کے لیے آپ نے اپنا جو پلان بنا لیا، جو دائرۂ کار متعین کر لیا، جو اقدامات طے کر لیے، اُن کی حدود نہ توڑی جائیں۔ ان حدود پر قائم رہا جائے۔ یہ تین دائرے ہیں۔

قرآن حکیم نے اسی صبر و استقامت کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ

اللہ تبارک و تعالیٰ صبر و استقامت کرنے والوں کو بے حساب اجر دیتا ہے۔ ان کا اجر بغیر کسی حساب و کتاب اور شمار کے ہے۔ صبر و استقامت کا بڑا گہرا تعلق قلب کی طاقت و قوت اور ہمت و جراَت کے ساتھ ہے۔ بقیہ ص: 11 پر

www.rahimia.org

دنیا اور آخرت کی جہنم سے نجات کا راستہ

حضرت آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے 21رفروری 2014ء/20ر ربیع الثانی 1435ھ کو ادارہ رحیمیہ لاہور میں نماز جمعہ سے قبل شرکا سے خطاب کرتے ہوئے قرآن حکیم کی آیت: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (6:66) کے تناظر میں ارشاد فرمایا:

''دین اسلام کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسانیت دنیا کی جہنم اور آخرت کی جہنم سے نجات حاصل کرے۔ وہ اعمال، جو دنیا کو انسانوں کے لیے جہنم بنا دیتے ہیں، اور ایسے اعمال جو آخرت کو انسان کے لیے مصیبت، اذیت اور جہنم بنا دیتے ہیں، ان سے بچنے کا واضح طریقہ دین اسلام کی سچی تعلیمات ہمارے سامنے بیان کرتی ہیں۔ اسی لیے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ ''اے ایمان والو! اپنے آپ کو، اپنے اہل وعیال کو اور اپنے گرد و پیش میں جو موجود لوگ ہیں، ان کو بھی آگ سے بچاؤ۔''

دنیا اعلیٰ اَخلاق سے جنت بنتی ہے اور بداَخلاقی سے جہنم بنتی ہے۔ اعمال کی ظاہری شکل وصورت کا اعتبار نہیں ہے۔ بظاہر عمل اچھا بھی ہو، لیکن جو عمل بداَخلاقی اور بدنیتی پر مبنی ہے، تو وہ دراصل اذیت کا باعث ہے، جہنم پیدا کرنے کا سبب ہے۔ اعمال کی محض ظاہری شکل اللہ کے ہاں پیش نظر نہیں رکھی جاتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انّ اللّٰہ لا ینظر إلٰی صورکم و أعمالکم، و لکن ینظر إلٰی قلوبکم و نیاتکم۔'' (اللہ تعالیٰ تمھاری ظاہری شکلوں اور صورتوں کو نہیں دیکھتا۔ اللہ تمھارے دلوں اور نیتوں کی حالت کو دیکھتا ہے۔) اللہ تعالیٰ تمھاری نیتوں کو دیکھتا ہے کہ تمھارے عزائم اور نیتیں کیا ہیں۔ کن مقاصد کے تحت تم نے کوئی کام سرانجام دیا ہے۔ اگر مقصد ظلم، زیادتی، بدنیتی اور انسان دشمنی ہے تو دنیا اور آخرت میں اس کے نتائج بھی انسانی روح کو جھلسا دینے والے ہوں گے۔ اگر مقصد انسانیت کی بھلائی اور خیرخواہی ہے تو انسانی روح کے لیے سعادت مندی کی بات ہے۔ آپ کسی کی خیرخواہی میں ظاہری طور پر نہ چاہتے ہوئے بھی غفلت سے بُرا عمل کر بیٹھتے ہیں، لیکن نیت درست ہو تو تب بھی آپ کی نیت کی بنیاد پر آپ کے لیے وہ فائدہ مند ہے۔

بنیادی چیز انسان کے اَخلاق ہیں۔ اس کا کردار ہے۔ اس کے رویے ہیں۔ یہ اَخلاق واقدار ہی کسی سوسائٹی کی ترقی کا باعث ہوتے ہیں۔ سوسائٹی، معاشرہ چند اقدار و روایات پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ اقدار و روایات انسانوں کے باہمی لین دین، معاملات، اخلاق اور رویوں سے سامنے آتی ہیں۔ اخلاق اور رویوں کا اظہار دوسرے انسانوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے سامنے آتا ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فرمایا کہ: الأخلاق تظهر عند مزاحمة النّاس۔ (انسان کے اخلاق کا ظہور انسانوں کے باہمی مفادات کے ٹکراؤ کے موقع پر ہوتا ہے۔) انسانوں کے درمیان جب معاملات طے ہو رہے ہوں، لین دین خرید و فروخت ہو رہا ہو، اس وقت ان کا اظہار ہوتا ہے۔ گویا کہ اَخلاق کا بڑا گہرا تعلق انسانی سماج کے ساتھ ہے۔ جو سماج کی حیثیت کو اہمیت نہیں دیتا، وہ اَخلاق کے دعوے میں بھی جھوٹا ہے۔ جس کے سامنے معاشرے کے اجتماعی تقاضے نہیں، وہ اخلاقیات کی دعوت دے اور انھیں اچھا کرنے کی محنت اور جدوجہد کا دعوے دار ہو، ایسا شخص جھوٹ بولتا ہے۔

بقیہ ص: 11 پر

قرآن حکیم اور انبیا علیہم السلام کا فکر ونظریہ

حضرت آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے 28رفروری 2014ء/27ر ربیع الثانی 1435ھ کو ادارہ رحیمیہ لاہور میں نماز جمعہ کے شرکا سے خطاب کرتے ہوئے قرآن حکیم کی آیت وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۗ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ (58:28) کے تناظر میں ارشاد فرمایا:

دنیا میں انسانی معاشروں کی تشکیل وتعمیر بغیر کسی فکر اور نظریے کے نہیں ہوتی۔ کسی جغرافیائی حدود میں بسنے والے لوگ جب تک کسی ایک فکر اور نظریے پر متفق نہ ہوں، اُن کی اجتماعی صورت گری نہیں ہو سکتی۔ فکر ہی افراد کے درمیان پہلی اساس ہوتا ہے، جو اُن میں وحدت پیدا کرتا ہے۔ یہ فکر' انسانیت کا تخلیق کیا ہوا ہو یا اس ذات باری تعالیٰ کا، جس نے انسانیت کی تخلیق کی ہے۔ انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطے اور قاعدے انسانی زندگی کے کچھ جزوی امور کے بارے میں تو کوئی نہ کوئی سوچ اور فکر واضح کر سکتے ہیں، لیکن انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے والا فکر صرف اور صرف اللہ ربّ العزت اور اُن کی دنیا میں نمائندگی کرنے والی شخصیات، یعنی انبیا علیہم السلام ہی بیان کر سکتی ہیں۔

انسانی زندگی معاشی احتیاجات کی تسکین کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی۔ انسان اس دنیا میں کھانے پینے اور اپنے استعمال کی دیگر اشیا کے بغیر اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتا۔ اُسے اسی دھرتی میں پیدا ہونے والے وسائل معاش، اُن کے ذریعے سے اپنی احتیاجات کی تسکین کرنی ہے، ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ جس کے نتیجے میں اس کی بقا ممکن ہے۔ قرآن حکیم نے انسانی زندگی کے معاشی پہلوؤں کے حوالے سے جتنی بھی رہنمائی دی ہے، گزشتہ انبیاؑ کے واقعات وقصص بیان کیے، معاشی تعلیمات سے متعلق رہنمائی دی، ان تمام میں بنیادی بات قرآن حکیم نے یہ پیش نظر رکھی ہے کہ انسانیت میں وسائل معاش کی تقسیم منصفانہ ہونی چاہیے۔ انسانوں کی احتیاجات' دستیاب وسائل کی منصفانہ تقسیم پر مبنی ہو۔ معاشیات میں انھی دو باتوں سے بحث کی جاتی ہے۔ ایک یہ کہ خود انسان کی احتیاجات، ضروریات کیا ہیں، اُن کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ وسائل معاش کا حصول کیسے ممکن ہے، اور معیشت کے حوالے سے جو حاصلات یا وسائل وجود میں آئیں، اُن کی تقسیم کا، ان کے استعمال کا، اُن کے تبادلے کا، ان کی پیدائش کا صحیح طریقۂ کار کیا ہے۔ دین اسلام ان تمام پہلوؤں کے حوالے سے ایک جامع رہنمائی کرتا ہے اور اس حقیقت کی وضاحت کرتا ہے کہ دستیاب وسائل کسی ایک طبقے میں مرتکز نہ ہو جائیں، کسی ایک گروہ کا حصہ نہ بن جائیں۔ فرمانِ خداوندی ہے کہ: كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (7:59) ایسا نہ ہو کہ یہ وسائل صرف مال داروں میں گردش کرتے رہیں، بلکہ سوسائٹی کے تمام طبقات پر، تمام افراد پر وسائل کی مسلسل گردش جاری رہے۔ بالفاظ دیگر سوسائٹی میں کسی مخصوص طبقے کا وسائل پر قبضہ کر لینا دین اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں انسانیت کی تباہی اور بربادی کا باعث ہے۔ قرآن حکیم نے اسی تناظر میں گزشتہ انبیا علیہم السلام کے واقعات بیان کرتے ہوئے واضح کیا کہ کیسے وہ طبقات جو ملا اور مترف، ظالم اور متکبر، انسانیت دشمن تھے۔

بقیہ ص: 11 پر

ایک نومسلم کی حکایت

حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ فرماتے تھے کہ: میں نے (حدیثِ نبویؐ) ”انّ العبد لیعمل بعمل أهل النّار، ثمّ یسبق علیه القدر، فیعمل بعمل أهل الجنّة و یدخل الجنّة“ (بے شک بندہ جہنمیوں والے کام کرتا ہے، پھر اُس پر تقدیر غالب آجاتی ہے اور وہ جنتیوں والا عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہوجاتا ہے) کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ واقعہ اس کا یہ ہے کہ نانا جی (حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ) کے دربار میں ایک پنڈت حاضر ہوا کرتے تھے، جو کہ لڑکپن کے زمانے سے ان کے دوست تھے۔ ہم ان کو بھی نانا ہی کہا کرتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ وہ روزانہ صبح کو مدرسے میں آتے اور کنویں پر نہاتے اور سورج پر جل چڑھاتے۔ یہ بات ہم کو گراں تھی۔ مگر ادب کی وجہ سے ہم کچھ نہ کہہ سکتے۔ جب نانا جی (شاہ عبدالعزیز دہلویؒ) کا انتقال ہوگیا اور مدرسے کا اہتمام ہمارے ہاتھ میں آیا اور ان پنڈت جی کا وہی معمول رہا۔ ہم اب بھی کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ وہ کنویں پر سورج کی طرف مونہہ کیے اور ہاتھ میں لوٹا لیے سورج پر جل چڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے، مگر جل چڑھایا نہ تھا کہ اتفاق سے میں پہنچ گیا۔ میں نے اس وقت کے قاعدہ سے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے مجھے دعا دی اور کہا: بیٹا یہاں آؤ۔ میں گیا تو انھوں نے کہا کہ تمھیں معلوم ہے کہ ہماری تمھارے نانا سے بچپن کی دوستی ہے اور وہ دوستی ان کے انتقال کے وقت تک برابر قائم رہی اور آنا جانا اٹھنا بیٹھنا میل ملاپ بہت کچھ رہا، مگر نہ انھوں نے مجھ سے کہا کہ مسلمان ہوجاؤ اور نہ مجھے کبھی اس کا خیال ہوا، لیکن آج آپ ہی آپ میرا دل بے چین ہے اور بے ساختہ جی چاہتا ہے کہ میں مسلمان ہوجاؤں۔ کیوں کہ میں ہمیشہ سے سورج کی پرستش کرتا ہوں، لیکن مجھے خیال آیا کہ جب ہم چاہتے ہیں، آرام کرتے ہیں اور جب چاہتے ہیں تو چلتے ہیں۔ اور جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں، نہیں جاتے۔ مگر سورج ہے کہ رات دن مارا مارا پھرتا ہے۔ نہ وہ ایک دم کے لیے ٹھہر سکتا ہے اور نہ وہ اپنی معینہ چال کے خلاف چل سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وہ تو ہم سے بھی زیادہ مجبور اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اور ہرگز قابلِ ستائش نہیں۔ نیز معلوم ہوا کہ دینِ اسلام دینِ حق ہے۔ بس بیٹا تم مجھے مسلمان کرلو۔ گو میں اسلام کی باتیں جانتا ہوں، مگر میں چاہتا ہوں کہ تمھارے ہاتھ پر اسلام لاؤں، تاکہ تم میرے اسلام کے گواہ رہو۔ میں نے کہا: آپ کو ختنہ کرانی پڑیں گی۔ اس نے کہا: جو کچھ تم کہو گے، میں سب کچھ کروں گا۔

الحاصل میں نے انھیں مسلمان کیا اور ان کی ختنہ کرائیں۔ انھوں نے کہا: میرے بیٹا بیٹی نہیں۔ ہاں پوتے نواسے ہیں، مگر جب میں مسلمان ہوجاؤں گا، وہ سب میرے دشمن ہوجائیں گے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنے یہاں رہنے کے لیے جگہ دے دو۔ کھانے پینے کے لیے میرے پاس بہت کچھ ہے۔ میں نے کہا کہ: اگر آپ کا جی چاہے تو مال بھی اپنے پوتوں وغیرہ ہی کو دے دیجیے، میں آپ کی اپنے نانا کی طرح خدمت کروں گا۔ الغرض میں نے ان کو رہنے کو جگہ دے دی اور ان کی خدمت کرتا رہا۔ وہ چالیس روز زندہ رہے اور اس کے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔

تکبُّر

تکبر اَخلاقِ رذیلہ میں سے ایک بدترین خُلق ہے۔ یہ ایک ایسا بدخُلق ہے، جو فوری نتائج کا حامل ہوتا ہے۔

بات یہ ہے کہ اس کائنات میں حقیقی طاقت وقوت اور عظمت وسربلندی صرف ذاتِ باری تعالیٰ کو حاصل ہے۔ وہی اس کائنات کا خالق ومالک ہے اور سارے انسان اس کی مخلوق ہیں اور اُس کے آگے عاجز اور محتاج ہیں۔ اس حقیقت کی موجودگی میں کسی انسان کا بڑائی اختیار کرنا' اصل میں خدائی منصب کو چھیننے کی ایک خواہش اور کوشش ہے۔ قوانینِ قدرت ایسی سرکشی کو برداشت نہیں کرتے اور اسے فوراً کچل دیتے ہیں۔ اس کائنات کے نظام میں دو متضاد حقیقتیں اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتی ہیں۔ اس میں اصل حقیقت قائم ودائم رہتی ہے اور باطل حقیقت فنا ہوجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متکبر شخص بہت جلد مکافاتِ عمل کو پالیتا ہے۔ یہی کوشش ابلیس نے کی تو وہ دائمی ذلت وخسران سے دوچار ہوگیا۔

اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ ۫ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۝ (2:34)

(شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور تکبر کیا۔ اور وہ کافروں میں سے تھا۔)

دوسری بات یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی شاہ کار تخلیق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوق بنایا ہے اور اس کو عزت وتکریم عطا کی ہے:

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ (17:70) (ہم نے بنی آدم کو معزز بنایا۔)

یہ عزت وتکریم تمام انسانوں کے لیے ہے۔ کسی ایک فرد یا چند افراد کا اپنے لیے بڑائی اختیار کرنا، دوسروں کے انسانی مرتبے اور عزت وتکریم کی نفی ہے۔ اور اجتماعِ انسانیت کی یہ تذلیل، ذاتِ باری تعالیٰ کو گوارا نہیں ہے۔

کسی شخص کو اپنی فکری وعملی صلاحیتوں اور کردار وعمل کی بنا پر اضافی عزت وشرف تو حاصل ہوسکتا ہے، لیکن کسی کو بنیادی انسانی عزت واحترام سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ متکبر انسان اپنے عمل سے ایسا ہی کرنے کی کوشش کرتا ہے اور عام مخلوق کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ مجموعی انسانیت اپنے فطری جوہر کی بنا پر اس کو برداشت نہیں کرسکتی۔ لہٰذا وہ ایسے شخص کا راستہ روک کر اُس سے اُس کا وہ مقام چھین لیتی ہے، جس کی بنا پر اس کے اندر اپنی بڑائی کا خیال پیدا ہوگیا تھا۔

اسی طرح ایک حاکم اپنی حاکمیت کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھ کر انسانی نظم کو چلانے کے لیے تو استعمال کرسکتا ہے، لیکن انسانوں پر حقیقی حاکم نہیں بن سکتا۔ ایسا کرنے والے سے بھی انسانی سوسائٹی اس کا منصب چھین لیتی ہے۔

متکبر انسان خود تو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے، لیکن بڑائی اور کم تری اور عزت وذلت نسبتی شئے ہے۔ اگر دوسرے انسان کسی کو عزت دینے کو تیار نہیں تو وہ معزز برتر نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا یوں بھی انسان کی بڑائی اور برتری کی یہ خواہش اور کوشش ناکام ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں تکبر سمیت تمام اَخلاقِ رذیلہ سے محفوظ رکھیں۔

بچوں کا کالم — چوہدری افضل حق

صحت، خوراک اور ورزش کی اہمیت

(چوہدری افضل حق آزادی کے عظیم رہنما تھے۔ اپنی قوم کی تعلیم و تربیت اور اَخلاقی معیار کی بلندی ہمیشہ ان کے پیش نظر رہی۔ ذیل میں ان کے اُن خطوط کی تلخیص شائع کی جارہی ہے، جو اُنھوں نے 1939ء میں راولپنڈی جیل سے اپنے بچوں کے نام لکھے۔ دراصل ان کے مخاطب قوم کے ہر دور کے نونہال ہیں۔ مدیر)

عزیز از جان السلام علیکم

یہ اصول یاد رکھو کہ کوئی کام بغیر محنت کے نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی چاہے کہ محنت اور نگرانی کے بغیر صحت کا سدھار ہو سکے، غلط ہے۔ یہ بھی علم کی طرح آہستہ آہستہ حاصل ہوتی ہے۔

جو ورزش بھی شروع کرو، تھوڑی سے شروع کرکے آہستہ آہستہ زیادہ کرو۔ ایک دن ہی میں تھک کر چُور نہ ہو جاؤ۔ مثال کے طور پر ڈنٹر پیلنے ہیں تو پہلے دن پانچ کافی ہیں۔ پھر چند دن روزانہ پانچ ہی پیلو۔ پھر ہر روز ایک بڑھاتے جاؤ۔ ورزش سے بھی طبیعت اُکتا جاتی ہے، مگر ہمت کرکے اس کو جاری رکھو۔ دو مہینے میں انسان جسم میں طاقت محسوس کرنے لگتا ہے۔ دنیا ہی اور کی اور نظر آنے لگتی ہے۔ جدھر نظر اٹھاؤ قدرت خوب صورت دکھائی دیتی ہے۔

ذرا طبیعت خراب ہو جائے، ساری دنیا اندھیر ہو جاتی ہے۔ ہر خوب صورت چیز بُری معلوم ہوتی ہے۔ باغ میں چلے جاؤ، تو پھول کانٹا دکھائی دیتے ہیں۔ جب میں اس جیل میں بیمار ہوگیا تو میرے نوجوان ساتھی پھولوں کا گل دستہ سجا کر میز پر رکھ دیتے تھے، مگر نظر اُٹھا کر دیکھنے کو دل نہ چاہتا تھا۔ دل افسردہ ہونے کی وجہ سے تازہ پھول باسی معلوم ہوتے تھے، لیکن اب انھی پھولوں کا خوب صورت گل دستہ میز پر موجود ہے۔ کیسا تروتازہ! کیا خوب صورت، واہ! واہ!

سبز پتوں میں پھولوں کو اس خوب صورتی سے سجایا ہے' معلوم ہوتا ہے کہ ننھے خوب صورت بچے سبز پردوں میں جھانک رہے ہیں۔ اُودے، کاسنی اور سرخ رنگ کے پھول گل دستے میں لگے اچھی صحت کے صاف ستھرے بچوں کی طرح مسکراتے ہیں۔ دل کی دنیا پر رنگ برستا ہے۔ خدا نہ کرے! آج بیمار ہو جاؤں تو آج ہی دنیا اُجڑی اُجڑی نظر آئے اور خوب صورت پھول مرجھاتے معلوم ہوں۔ اگر تم دنیا میں خوشی سے رہنا چاہتے ہو تو اس بات کو دل پر لکھ لو کہ ہر روز ورزش کریں گے اور اس کو عمر بھر جاری رکھیں گے۔

صبح اُٹھو! ضرورتوں سے فارغ ہو کر نماز پڑھو، پھر ورزش کرو۔ ہر صبح صاف ہوا میں آہستہ آہستہ ناک کے راستے سانس اندر کھینچو۔ تھوڑی دیر سینے میں روکے رکھو اور پھر مونہہ کے راستے سے دھیرے دھیرے سانس باہر نکالو۔ یہ عمل چند منٹ جاری رکھو۔ ہندوؤں کے طریق کار میں سب سے اہم یہ سانس کی ورزش ہے۔ اس سے سینے کی بیماری کبھی نہیں ہوتی۔

دوسری بات جو مجھے مفید معلوم ہوئی ہے وہ سر کے بل کھڑے ہونا ہے، بشرطیکہ آنکھ اور کان میں کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس ورزش سے تمام جسم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ خون کا دوران' اعتدال پر آجاتا ہے۔ دماغی کام کرنے سے تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی، قبض اور سر درد کو خاص طور پر مفید ہے۔

خواتین کا کالم — انیس احمد سجاد ایڈووکیٹ

تربیتِ اولاد میں خواتین کا کردار

اللہ تعالیٰ نے تمام جان داروں میں نسل کی بقا کے لیے ایک نسل کے بعد اسی سے دوسری نسل کا اہتمام فرمایا۔ انسانوں کی طرح جانور بھی بچے اور اپنی اولاد رکھتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر تمام جان داروں پر افضلیت و فوقیت دی۔ اولاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت اور بہت بڑا عطیہ ہے۔ ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے ہاں اولاد ہو اور اس کے لیے وہ اللہ تعالیٰ سے دعا و التجا بھی کرتا ہے۔ جیسے کہ ہمارے سامنے حضرت زکریا علیہ السلام کی مثال ہے کہ انھوں نے بڑھاپے میں بھی اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی: ''اے میرے ربّ! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا کر۔''

اس معاملے میں سب سے اہم امر یہ ہے کہ اولادْ صالح اور نیک ہو۔ اور یہ تعلیم و تربیت کے نتیجے میں ہی ممکن ہے۔ آپ نے کبھی کمہار کے ہاتھ میں گیلی مٹی دیکھی ہوگی اور اُسے مٹی سے مختلف ڈیزائنوں کے برتن بناتے ہوئے بھی دیکھا ہوگا۔ اس مٹی میں پوری صلاحیت ہوتی ہے کہ اُسے جس طرح ڈھالا جائے، وہ ڈھل جاتی ہے۔ معصوم بچے بھی ہمارے ہاتھوں میں گیلی مٹی کی مانند ہوتے ہیں۔ ہم انھیں جس طرح چاہیں ڈھال لیں۔ اس میں خواتین کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عورت ہی گھرانہ اور خاندان وجود میں لاتی ہے۔ خاندان اور گھرانے کی نشوونما اور تربیت میں عورت کو بنیادی عنصر کی حیثیت حاصل ہے۔ اسی لیے اسلام گھرانے اور خاندان میں عورت کے کردار پر بہت زور دیتا ہے۔ زندگی میں خواتین کی اہم ترین ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی محبت و چاہت کے ساتھ صحیح تربیت کریں اور ایک بچے کی عمر کے ابتدائی مراحل میں اُسے پوری پوری توجہ دیں، تاکہ بچہ خود اعتمادی سے معاشرے کا مفید حصہ بن سکے۔ ایک ماں ہی اپنے بچوں کو ذہنی اور نفسیاتی الجھنوں سے محفوظ مستقبل دے سکتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''کسی کا اپنی اولاد کو اس سے بڑھ کر کوئی عطیہ نہیں کہ اُسے اچھے آداب سکھائے۔'' ایک دوسری روایت میں ہے، فرمایا: ''جس کے ہاں اولاد ہو، وہ اس کا عمدہ نام رکھے اور اُسے حسنِ ادب سکھائے۔'' نیز فرمایا: ''والدین کے ذمے اولاد کے حقوق ہیں، جس طرح کہ اولاد کے ذمے والدین کے حقوق ہیں۔''

بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو وہ والدین کے پاس ایک امانت ہوتا ہے۔ بچے کا دل و دماغ ایک سادہ تختی کی طرح ہوتا ہے۔ والدین، معلّمین یا معاشرہ اس کے اخلاق و کردار کی تشکیل کرتے ہیں۔ ایک بچے کو جس طرح کا گھرانہ، خاندان اور ماحول ملتا ہے، وہ اسی طرح کے اخلاق و کردار کا حامل ہوتا ہے۔ آج کی مصروف ترین زندگی میں مردوں کی معاشی اور سماجی سرگرمیوں کے نتیجے میں گھر خواتین کے رحم و کرم پر ہیں۔ جس کا لازمی تقاضا بنتا ہے کہ وہ اولاد کی تعلیم و تربیت کو اپنا فرض سمجھتے ہوئے اس میں اپنا بنیادی کردار ادا کریں۔ کل کو اُن کی اولاد وہی کچھ ہوگی' جو وہ ان کے بارے میں سوچ رکھتی ہیں۔ اس حوالے سے خواتین کی دینی تعلیم و تربیت کا اہتمام ہونا ضروری ہے۔

www.rahimia.org

ڈاکٹر محمد شاہد شوکت، سیالکوٹ

میرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے!

(حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری کی یاد میں)

اپنے حضرتؒ جی کی یاد میں لکھنے بیٹھا ہوں۔ ذہن میں آپؒ کی ذاتِ اقدس سے وابستہ خوشگوار یادوں، بے پناہ شفقتوں، پُرخلوص محبتوں، لازوال چاہتوں پر مشتمل تصویروں اور یادوں کا ایک حسین گل دستہ وجود پذیر ہوگیا ہے۔ خیالات وتصورات ہیں کہ بے وزن تنکوں کی طرح اِدھر اُدھر اُڑتے پھر رہے ہیں۔ کیسے سنبھالوں، کیسے سمیٹوں؟ اُدھر آنکھیں ہیں کہ اُن کی جدائی کی وجہ سے بے قراری سے اُبل پڑی ہیں، جو کہ اس دنیا میں ہی ایک جنتی ہستی کے دیدار سے مستفید ہوتی رہتی تھیں، لیکن اَب وہ ہستی دکھائی نہیں دیتی۔

موجودہ حضرت اقدس، مکرّمی، مُرشدی ومخدومی حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا حکم تھا کہ حضرت اقدس مرحوم ومغفور کی یاد میں کچھ لکھوں۔ جس کی تعمیل میں تاخیر ہوتی چلی جارہی تھی۔ ڈر تھا کہ کہیں ''حکم عدولی'' کی زد میں ہی نہ آجاؤں۔ کئی بار اس حکم کی تعمیل کرنے کو ہاتھ بڑھایا، مگر۔۔۔؟

ایک دھندلی سی تصویر کچھ یوں بنتی ہے کہ؛ کالج لائف کے آغاز میں، جب انسان کی سوچ میں کچھ کچھ ترتیب بننا شروع ہوتی ہے تو ذہن میں کسی چیز، کسی سچائی، کسی حقیقت کی تلاش نے سر اُٹھایا۔

اُس دور میں جس تحریک سے سب سے پہلے واسطہ پڑا، وہ اسلامی جمعیت طلبہ تھی۔ اُس زمانے کے جمعیت کے ایک ضلعی صدر ہر جمعۃ المبارک کو ہفتہ وار میٹنگ میں تشریف لاتے تھے، جو کہ ایک مسجد میں منعقد ہوا کرتی تھی۔ موصوف اپنے ہر لیکچر میں دیگر باتوں کے علاوہ ایک بات بڑا زور دے کر اور ضرور کہتے تھے کہ: ''جماعتِ اسلامی کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ پنجابی میں ''جماعت والے سانوں دانے نئیں پاکے دیندے''۔ ہم اُن کی حمایت کیوں کریں'' وغیرہ وغیرہ، لیکن کچھ عرصے بعد جب حالات نے ''نقاب کشائی'' کی اور جماعت اور جمعیت لازم وملزوم، بلکہ ہر طرح سے ''ماں بیٹی'' کی طرح نظر آئیں تو خاموشی سے پیچھے ہٹ جانے میں ہی عافیت سمجھی۔ سرائیکی میں کہتے ہیں: ''پٹے تلے ریت نکلدی''۔

انھی دنوں ابنِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ ایک جلسے میں خطاب کے لیے چونڈہ (ضلع سیالکوٹ) تشریف لائے۔ حضرت موصوفؒ کے اندازِ خطابت اور دلائل و براہین سے لبریز گفتگو نے بہت متأثر کیا۔ حضرتؒ سے کچھ ذاتی سا تعلق ہوگیا۔ مختلف سیاسی وسماجی مسائل کے بارے میں رہنمائی کے حصول کے لیے کچھ عرصہ خط وکتابت بھی جاری رہی۔ انھی اَحراری بزرگوں سے نسبت وتعلق کی وجہ سے ہی ایک زمانے میں راقم الحروف نے اپنے نام کے ساتھ ''اَحراری'' کا لاحقہ لگا رکھا تھا، جسے بعد میں اپنے لیگل ایڈوائزر کے مشورے سے ترک کردیا۔

بچپن سے بیعت کا لفظ سُن رکھا تھا۔ حضرت شاہ جیؒ سے اس کا اظہار کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ: ہم خود تو بیعت نہیں کرتے، لیکن اپنے بزرگوں کے بتائے ہوئے وظائف و اذکار اَحباب کو بتاتے ہیں، جو کہ ہمارے شیخِ طریقت حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے ارشاد فرمائے تھے۔ گویا کہ اس طرح راقم کو خانقاہ رائے پور کا ایک موہوم سا تعارف حاصل ہوا تھا، لیکن بہت کچھ ہونے کے باوجود یہاں بھی اکابرین کی عقیدت ومحبت اور چند مذہبی اعمال وعقائد پر انفرادی محنت' بغیر کسی تربیتی نظام کے تھی۔ اس کے بعد آگے؟ بہت سے ''خانے'' یہاں بھی خالی ہی رہے ؎

ذہن خالی ہی رہا کاسۂ سائل کی طرح

1987ء کے زمانے میں ہمارے محلے کی مسجد میں ایک خطیب وامام صاحب تشریف لائے۔ جن کا نام (قاری) محمد امان اللہ تھا۔ ان کا ضلع خوشاب سے تعلق تھا۔ موصوف آج کل ایک سرکاری ادارے میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ابھی تک اُن سے شفقت ومحبت کا تعلق باقی ہے۔ اللہ باقی رکھے۔

قاری صاحب ہفتہ وار بنیادوں پر قرآن حکیم ناظرہ وغیرہ پڑھنے والے شاگردوں کے ساتھ ایک نشست کیا کرتے تھے۔ ایک دن راقم الحروف کو بھی اس محفل میں شمولیت کا موقع ملا۔ قاری صاحب کی روایتی مولویوں سے ہٹ کر کچھ ''انوکھی اور وکھری ٹائپ'' کی باتیں دل کو بہت ہی بھلی محسوس ہوئیں۔ پھر ایک دن انھی کے توسط سے **56-** میکلوڈ روڈ لاہور جانے کا اتفاق ہوا۔ جی ہاں! جہاں میری ذہنی وقلبی ''تشنگی'' کی تسکین، میرے دل کا سکون، میری تلاش کا محور ومرکز، مخدومی، مرشدی، سیّدی ومولائی، حضرت الشاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے پُرانوار رُوپ میں جلوہ افروز تھا۔

دل ودماغ نے بے ساختہ گواہی دی کہ یہی ہے وہ سرچشمۂ فیض وہدایت' جہاں سے تیری دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی کا سامان ملے گا، جہاں سے تیرے ذہن وفکر کے سارے ''خالی خانے'' بھرجائیں گے ؎

که شوکت تجھ کو اے ننگِ اکابر ملا اسلام کا جامع تعارف

یہ سب ہے رائے پور کی خیر و برکت میری روح ودل وجاں رائے پور ہے

پھر حضرت اقدس نے مجھ بے عمل، حقیر، ناچیز کو بھی اپنے وسیع وعریض دامنِ شفقت ومحبت میں سمیٹ لیا، اور یہ سلسلہ تھا کہ ہر لحظہ بڑھتا ہی چلا گیا اور دراز ہوتا چلا گیا۔

پھر ایک دن تو میرے چھوٹے سے ذہن کے مطابق اس محبت والفت کی انتہا ہوگئی، کہ حضرت اقدسؒ میرے غریب خانے پر تشریف لے آئے۔

جی ہاں جناب! ایسا ہی ہوا ؎

میں نیویں ، میرا مُرشد اُچّا ، میں اُچیاں دے سنگ لائیاں

صدقے جاواں اونہاں اُچیاں توں ، جہاں نیویاں نال نبھائیاں

اس کے بعد حضرتؒ جی اکثر وبیش تر ایسی ہی شفقتوں اور محبتوں سے نوازتے ہی رہتے۔ اور ایک ایسی ہی باسعادت تشریف آوری کے موقع پر راقم الحروف کی والدہ محترمہ (مرحومہ) اور اہلیہ کو بھی حضرتؒ جی کے توسط سے خانقاہ عالیہ رائے پور کے سلسلۂ بیعت وتوسل میں شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست

ایک زمانے میں راقم الحروف کو کچھ خانگی وداخلی مسائل کا سامنا ہوا، جس سے نکلنے کا بظاہر کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا۔ ایک خط میں اپنے حضرتؒ جی سے رہنمائی اور دعا کی

www.rahimia.org

درخواست کی۔ بس پھر کیا تھا، مجھے اس امتحان سے بھی حضرتؒ اقدس کی رہنمائی اور دعاؤں سے اللہ ربّ العزت نے سُرخرو کردیا۔

اگرچہ اللہ ربّ العزت نے راقم الحروف کو اولاد جیسی نعمت سے ابھی تک نہیں نوازا، لیکن اپنے حضرتؒ جی کے حکم کے مطابق بندہ نے اپنے تمام بھانجوں اور بھتیجوں کو ولی اللّٰہی نظریے سے متعارف کروادیا، (گویا نظریہ اگلی نسل کو منتقل کردیا) جس میں میرا کوئی کمال نہیں، ہرگز ہرگز نہیں، بلکہ یہ سب خانقاہ رائے پور کا فیض اور حضرتؒ کی تربیت اور رہنمائی ہے۔ اب یہ اُن پر منحصر ہے کہ وہ اس خداداد نعمت کی قدر کرتے ہیں یا پھر چند ناخلف اور ناہنجار لوگوں کے بہکاوے میں آ کر اپنی دنیا و آخرت کی بربادی و ناکامی کا سامان کر بیٹھتے ہیں ۔

در مُرشد دا چھڈیں ناہیں ، بن جاویں گا روگی
جیہڑی کونج اُڈاروں وِچھڑی ، اوہ بھگیاڑاں جوگی

مجھے ذاتی طور پر حضرتؒ اقدس سے زیادہ سوالات کرنے کی عادت نہیں تھی، کیوں کہ میں جب بھی کوئی سوال اپنے ذہن میں لے کر حضرتؒ اقدس کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوتا، آپؒ کی گفتگو کے دوران میرا وہ اشکال خود بخود حل ہوجاتا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ شاید حضرت اقدس کو میرے اشکالات کا پہلے ہی علم تھا۔ پھر حضرتؒ اقدس کے جوابات اس قدر جامع ہوتے تھے کہ مزید وضاحت کی بہت ہی کم ضرورت رہتی تھی۔

راقم الحروف نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں: ”قرآن کو سمجھے بغیر پڑھنے سے روحِ انقلاب فنا ہوجاتی ہے۔“ جب کہ ہمارے مدارس و مساجد میں حفظ و ناظرہ کا عمل بغیر سمجھے ہی ہوتا ہے۔ حضرت اقدسؒ نے جو جواب مرحمت فرمایا‘ اُس سے زیادہ جامع جواب اور کیا ہوسکتا تھا! فرمایا:

”اس میں قرآن کا کیا قصور ہے؟ یہ تو مدارس و مساجد کا نظام بنانے والوں کی غلطی ہے کہ جنھوں نے ایسا نظام تشکیل دیا ہوا ہے۔“

حضرتؒ اقدس تو حظیرۃ القدس میں تشریف لے جاچکے، لیکن آپؒ کا دیا ہوا سبق، آپؒ کا تفویض کردہ مشن، آپ کی دی ہوئی امانت ہمارے پاس موجود ہے۔ ہم حضرت اقدسؒ کی محبت کے دعوے داروں پر منحصر ہے کہ ہم اپنے اکابرین کی تفویض کردہ ذمہ داری ادا کرتے ہیں یا نہیں۔ آخرت میں ہمیں حضرت اقدسؒ کا سامنا کرنے میں شرمندگی نہ ہو کہ خدانخواستہ جب حضرتؒ اقدس ہم سے پوچھ رہے ہوں گے کہ:

”بتاؤ! کیا میں نے اپنی ساری زندگی اسی لیے تیاگ دی، اپنی عمر، اپنی صحت، اپنے وسائل، اپنی شفقتیں، اپنی محبتیں اسی لیے تم پر نچھاور کی تھیں کہ تم یوں نااہل اور ناخلف اولاد کی طرح اپنے بزرگوں کی وراثت کو تباہ کرڈالو!۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی خجالت و شرمندگی سے بچنے کے لیے اپنی ذمہ داری اس کے بھرپور تقاضوں کے ساتھ نبھانے کی توفیق عنایت فرمائے۔ ہماری کمزرویوں، کجیوں اور نالائقیوں کو اپنی رحمتِ واسعہ سے دُور فرمائے ۔

بچھڑے ہوؤں کے سوگ میں رہنے دے اشک بار
اے یادِ رفتگاں مجھے تنہا نہ کر ابھی

بیادِ شیخ —— حاجی یعقوب علی، ہارون آباد

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ

ایک مجددِ تربیت

1976ء میں میرے بڑے بھائی جناب یوسف علی صاحب (اللہ تعالیٰ بھائی صاحب کو جزائے خیر و اجرِ عظیم عطا فرمائے۔) کے ذریعے حضرت مولانا محمد یحییٰ بہاولنگری رحمۃ اللہ علیہ سے میرا بیعت کا تعلق قائم ہوا۔ پہلی ہی ملاقات و زیارت سے دل اتنا مطمئن ہوا کہ بندہ حضرت بہاولنگری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوگیا تھا۔

1980ء میں ایک دن حاجی محمد حنیف بہاولنگری صاحب نے اسلام آباد آ کر میری سرکاری ملازمت کے دوران نیول ہیڈ کوارٹر اسلام آباد میں مجھ سے رابطہ کیا اور فرمایا کہ: لال مسجد اسلام آباد میں حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری آپ کو یاد فرمارہے ہیں۔ بندہ نے اسی وقت حاجی صاحب کے ساتھ لال مسجد میں حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ پہلی ملاقات میں ہی آپ نے ایسی شفقت فرمائی، جیسے دیرینہ شناسائی اور تعلق ہو۔ یہی اسوۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ بندہ نے پہلی ہی ملاقات میں گھر تشریف لانے کی درخواست کی۔ حضرت اقدسؒ نے کمال شفقت سے دعوت قبول فرمالی اور میرے ساتھ میرے گھر تشریف لائے۔ (جو کہ سرکاری طور پر مجھے ملا ہوا تھا) رات حضرت اقدس کا قیام میرے پاس ہی رہا۔ اس طرح میرے بچوں کو بھی حضرت اقدسؒ سے تعلق قائم کرنے کا موقع نصیب ہوا۔

حضرتؒ اقدس کا یہ خاص وصف تھا کہ بچوں اور نوجوانوں کو مانوس کر کے اپنا گرویدہ بنالیتے تھے۔ جس کے نتیجے میں نوجوانوں کی زندگی میں بہت بڑی تبدیلی آجاتی تھی۔ حضرتؒ اقدس غلبۂ دین اور نظامِ عدل کے نظریے کا نہ صرف تعارف کرواتے تھے، بلکہ غلبہ دین کا نظریہ اُن کے ذہن و فکر میں راسخ بھی کردیتے تھے۔ پھر غلبہ دین کے لیے جدوجہد پر نوجوانوں کو آمادہ فرماتے ہوئے انھیں نظم و ضبط کا پابند بناتے اور جماعتی زندگی اختیار کرنے کی طرف راغب فرماتے۔ اس طرح آپ نے کتنے ہی نوجوان، علما، مفتیانِ عظام کو تیار فرمایا اور کتنے ہی جدید تعلیم یافتہ افراد کی ذہن سازی کر کے نہ صرف دین اسلام کے اخلاق عالیہ سے بہرہ ور فرمایا، بلکہ ان کو خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے فیض سے مستفید ہونے کا موقع مہیا فرمایا۔ پھر خانقاہ کے ساتھ ساتھ ان کو پورے قافلہ ولی اللّٰہی کے ساتھ اس طرح جوڑا کہ خانقاہ رائے پور کی مرکزیت، جامعیت، طریقۂ تعلیم و تربیت اور آزادی و حریت جیسے موضوعات پر مطالعہ اور تبادلہ خیال کرنے کی ان کی عادت بن گئی۔ گویا کہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ مجددِ تربیت تھے۔

نوجوانوں کو ان کی نفسیات کے مطابق ذہن سازی کر کے غلبہ دین کے لیے تیار کرنا، مفاد پرستی کے ماحول سے نکال کر خدا پرستی کا خُلق پیدا کرنا، ذاتی اور گروہی سوچ سے ہٹا کر خالص انسان دوستی کا سبق ذہنوں میں راسخ کرنا‘ حضرت اقدس کا طرۂ امتیاز تھا۔ جعلی نعروں کی سیاست سے شعوری نفرت پیدا کرنا، فرقہ واریت اور جہاد کے نام سے تشدد اور دہشت گردی کو انتہائی نقصان دہ ثابت کرنا، نام نہاد بڑے بڑے لیڈروں کا رعب ذہنوں سے ختم کرنا، حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے تربیتی انداز کا طرۂ امتیاز تھا۔

بقیہ صفحہ 10 پر

رپورٹ: مولانا عبدالرحیم طاہر

تقریبِ سعید سنگِ بنیاد جامع مسجد رحیمیہ صادق آباد
ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ صادق آباد کیمپس

(ماڈل سٹی ہاؤسنگ سکیم، صادق آباد، ضلع رحیم یار خان)

مؤرخہ 28 ؍ اپریل 2014ء بروز سوموار حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ مسند نشین خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور اور حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ، صدر ادارہ رحیمیہ لاہور، سندھ کے دورے سے واپسی پر صادق آباد ضلع رحیم یار خان تشریف لائے۔ صادق آباد و دیگر علاقوں سے تشریف لائے ہوئے معززین واحباب نے حضرت اقدس مدظلہٗ اور مہمانانِ گرامی کا استقبال کیا۔ اس موقع پر ماڈل سٹی ہاؤسنگ سکیم صادق آباد میں جامع مسجد رحیمیہ کا سنگِ بنیاد رکھنے کی تقریب ہوئی۔ اسی تقریب میں اسی ہاؤسنگ سوسائٹی میں مسجد سے متصل ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ صادق آباد کیمپس کا سنگِ بنیاد بھی رکھا گیا۔

اس تقریبِ سعید کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، جس کی سعادت مولانا عبیداللہ نے حاصل کی۔ اس کے بعد مولانا محمد ارشد نیاز صاحب ڈسٹرکٹ خطیب اوقاف رحیم یار خان نے حاضرین مجلس کو خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور اور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ کا تعارف کرایا۔ بالخصوص ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ جس تاریخی تسلسل کی کڑی ہے، اس کا تعارف کرایا اور ملک بھر میں ادارہ کی تعلیمی و تربیتی سرگرمیوں سے حاضرین کو آگاہ کیا۔ انھوں نے اپنے تعارفی خطاب میں سابق ریاست بہاولپور میں خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا مکاتب و مدارس کے قیام اور ان کی سرپرستی کے حوالے سے جو نمایاں کردار رہا ہے، اس پر روشنی ڈالی۔

اپنے خطاب کے بعد مولانا محمد ارشد نیاز نے حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کو خطاب کی دعوت دی۔ حضرت اقدس نے ''معاشرتی تربیت میں مساجد و مدارس کا کردار'' کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں مسجدِ نبویؐ کی بنیاد خالص تقویٰ پر رکھی تھی۔ جب کہ اس کے مقابلے میں مسجدِ ضرار کی عمارت جسے ظاہری ڈھانچے کے اعتبار سے تو مسجد کہا گیا اور جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نبیؐ کو بتلایا کہ منافقین نے اسے فرقہ واریت، سوسائٹی میں انتشار پیدا کرنے، ظالم و کافر قوتوں کا مورچہ بنانے کے لیے اسے بنایا ہے، چناں چہ اللہ نے اس کو گرانے کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس عمارت کے ذریعے سے مسلمانوں کے درمیان تفرقہ اور انسانیت دشمن اعمال کیے جائیں، وہ مسجدِ نبویؐ کی نمائندہ نہیں ہوسکتی۔ جب کہ سچی مساجد وہ ہیں جو مسجدِ نبوی کے مقاصد و اہداف کے مطابق کام کریں۔ مسجد بناتے وقت مسجدِ نبویؐ بنانے کے اہداف و مقاصد ہمارے پیشِ نظر رہنے چاہئیں۔''

انھوں نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ: ''ہم سب جس مسجد کا سنگِ بنیاد رکھنے جا رہے ہیں، اس میں اپنی نیتوں کو خالص کریں، تاکہ یہ مرکزِ خدمتِ انسانیت، عدل و انصاف، تقویٰ اور اللہ کی رضا کا اعلیٰ نمونہ بنے۔ اس لیے آج اسی طرز اور طریقے پر کام کرنے کی ضرورت ہے، جو کام مسجدِ نبویؐ میں نبی علیہ السلام نے کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اخلاص اور تصحیح نیت کو قبول فرمائے۔''

آپ کے بیان کے بعد سب سے پہلے حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے مسجد کا سنگِ بنیاد رکھتے ہوئے تین اینٹیں نصب کیں۔ ان کے بعد حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی صدر ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ لاہور نے تین اینٹیں رکھیں۔ بعد ازاں مقامی علمائے کرام حضرت مولانا محمد طلحہ مہتمم مدرسہ عیدگاہ شہر صادق آباد، حضرت مولانا محفوظ احمد خطیب غلہ منڈی مسجد صادق آباد، حضرت مولانا محمد ارشد نیاز ڈسٹرکٹ خطیب اوقاف رحیم یار خان اور دیگر علما نے اینٹیں رکھیں۔ اور پھر حاضرین مجلس نے باری باری اینٹیں رکھیں۔

جامع مسجد رحیمیہ کے سنگِ بنیاد رکھنے کے بعد تمام حاضرین حضرت اقدس مدظلہٗ العالی کے ہمراہ مسجد سے متصل ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ صادق آباد کیمپس کے لیے مختص پلاٹ پر سنگِ بنیاد رکھنے کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں بھی اسی طرح تمام حضرات نے ادارہ کی تعمیر کے لیے اس کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اس کے بعد حضرت رائے پوری نے دعا کرائی اور تمام حاضرین نے اس میں شرکت کی۔

الحمدللہ اس موقع پر کثیر تعداد میں معززین شہر اور علاقہ کے متعلقین و متوسلین نے شرکت کی۔ مسجد کا انتظام و انصرام ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ صادق آباد کیمپس کی انتظامیہ کے سپرد کیا گیا ہے۔ ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ کی مجلس شوریٰ نے اپنے ایک اجلاس میں رحیمیہ کیمپس صادق آباد اور جامع مسجد کی تعمیر اور اس کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری راقم سطور کے سپرد کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمت اور استقامت کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آخر میں تمام مہمانانِ گرامی کی ضیافت مٹھائی سے کی گئی اور بعد ازاں حضرت اقدس مدظلہٗ العالی کی دعا سے یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

بقیہ: ایک مجددِ تربیت

حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نفس کی اصلاح کے لیے براہِ راست خامی اور غلطی بتانے کے بجائے عمومی انداز میں سب کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے اور سمجھنے والے سمجھ جاتے کہ یہ خامی مجھ میں ہے اور مجھے ہی یہ بات ارشاد فرمائی جا رہی ہے۔ دسترخوان کے آداب، مہمان نوازی کا سلیقہ، میزبان کی حوصلہ افزائی، تمام باتیں اپنے عمل سے بھی سکھاتے تھے۔

رمضان شریف میں قرآن پاک پڑھنے اور سننے کا شغف اتنا بڑھ جاتا کہ جس نسبتِ عثمانی (نسبتِ قرآنی) کا وارث حضرت شیخ الہند (مولانا محمود حسن) رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو قرار دیا تھا، اس نسبتِ عثمانی کا واضح عکس پورے آب و تاب سے نظر آتا تھا۔ آپؒ کے شب و روز کے مجاہدے اور ہمت کو دیکھ کر آنے والے مہمان اور نوجوان بھی رمضان المبارک کی قدر کرنے کا جذبہ لے کر جاتے۔

چھوٹوں پر اس قدر شفقت فرماتے کہ گویا حاضرین کو سکھایا جا رہا ہے کہ شفقت کا کیا انداز ہونا چاہیے۔ کوئی بھی خط لکھتا تو حضرت اقدس باوجود مصروفیات کے جواب اپنے قلم مبارک سے خود تحریر فرماتے۔ کوئی فون کرتا تو پوری توجہ سے سنتے اور خیریت دریافت فرماتے۔ تمام متعلقین واحباب کو سلام کہلواتے۔

www.rahimia.org

بقیہ: دنیا میں کامیابی کا قانون اور ضابطہ

اعتماد، استقامت، جرأت، بلند ہمتی اور بلند نگاہی جیسے اعلیٰ اخلاق اس کی زندگی کی شناخت ہوں۔ وہ محض خواہشات، تمناؤں اور آرزوؤں کے پیچھے نہ بھاگتا پھرے۔ پست چیزوں کی طرف اس کی توجہ نہیں ہونی چاہیے۔ عفت وعصمت، پاکیزگی اور بلندی اس کی شناخت ہو۔

چوتھی بنیادی قدر یہ ہے کہ انسان اپنے اندر یہ ملکہ پیدا کرے کہ ایک گھر سے لے کر بین الاقوامی سطح تک عدل وانصاف کا نظام بنانے کی اہلیت اور صلاحیت اس میں موجود ہو۔ ''عدالت'' کسے کہتے ہیں؟ امام شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: کسی گاؤں، بستی، ملک، قوم کا سسٹم عدل ومساوات کی بنیاد پر قائم کرنے کی اہلیت پیدا کرنا 'عدالت' ہے۔

آج ہماری ذلت کا بنیادی سبب یہی ہے کہ ہم نے قرآن کی بیان کردہ ان بنیادی اقدار کو چھوڑ دیا۔ ہمیں آج یہ فیصلہ کرنا ہے کہ انسانوں کی خودساختہ اقدار یا قرآن حکیم کی بیان کردہ اقدار میں سے کس کی اطاعت کی جائے؟ ہم جن اقدار اور جس نظام کی اطاعت بحیثیتِ مجموعی کرتے رہیں گے، اُسی کے نتائج سامنے آتے رہیں گے۔ جاہلیت کے حکم کو ماننے کا نتیجہ تباہی اور بربادی کی صورت میں ہی آئے گا۔ اور قرآنی اساس پر علم و عقل، شعور وفہم اور بصیرت کی بنیاد پر قائم نظام کو تسلیم کرنے سے دنیا کی بھی ترقی اور کامیابی ہے اور آخرت کی بھی ترقی اور کامیابی ہے۔ ''

بقیہ: اجتماعی جدوجہد میں صبر وہمت کی اہمیت

جو آدمی جتنا بزدل، کمزور، ناقص ہمت والا ہوگا، اتنا ہی وہ مصیبتوں کا مقابلہ کرنے سے کنی کترائے گا۔ اتنا ہی جلد بازی میں وہ لالچ کے پیچھے چلا جائے گا۔ اتنا ہی طے کیے ہوئے اپنے فیصلے اور دائروں سے منحرف ہوجائے گا۔ جس کا دل مضبوط ہے، جرأت و ہمت اس کے اندر ہے، دلیری اور بہادری ہے، اس کے عملی کردار میں قلب کی عزم و ہمت کی کیفیت بڑا بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ اپنے طے شدہ نظریہ، اپنے طے شدہ اَخلاق واقدار اور کردار پر جماؤ پیدا کرتی ہے۔ جب قلب میں یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے تو اس کا یہ ''صبر'' اس کے عملی کردار کے حوالے سے لامحدود شکل اختیار کرجاتا ہے۔ اس طرح اس کا یہ لامحدود عمل لامحدود اجر کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی لیے اس طرح کے صبر کے لیے اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی حساب کتاب کے لامحدود اجر کی بات کی ہے۔

صبر واستقامت بڑی بنیادی چیز ہے۔ خاص طور پر اُن قوموں کے لیے، جو غلامی، زوال اور پستی کی حالت میں ہوتی ہیں، اور اس سے نکلنے کے لیے اپنی بنیادی اقدار کی روشنی میں جدوجہد اور کوشش کا راستہ اختیار کرتی ہیں۔ عزت اور ذلت کا دار و مدار قلب کے صبر واستقامت اور اس کے بے صبرے پن سے ظاہر ہوتا ہے۔ قوموں کی زندگی میں آزادی اور حریت، ترقی اور کامیابی کے نتائج تب نکلتے ہیں، جب عقل وشعور سے افکار کی دنیا کا جائزہ لے کر ایک واضح فکر، واضح نظریہ، واضح سوچ متعین کرلی جائے اور اس کے مطابق عملی جدوجہد اور کوشش کا راستہ بڑے صبر واستقامت کے ساتھ اختیار کیا جائے۔ پھر دنیا کی کوئی طاقت، جبر، لالچ اور خواہش اس کو اپنے نظریے اور فکر وعمل سے کسی طور بھی منحرف نہ کرسکے۔ ''

بقیہ: دنیا اور آخرت کی جہنم سے نجات کا راستہ

گویا کہ اخلاقیات کے بنیادی دائرے، سوسائٹی کی بنیادی اقدار سے جڑے ہوئے ہیں اور سوسائٹی کی بنیادی اقدار تین دائروں، یعنی فکر ونظریہ، سیاست اور معیشت کے گرد گھومتی ہیں۔ اگر آپ کی سوچ اور فکر غلط ہو تو دنیا بھی جہنم، آخرت بھی جہنم۔ سیاسی عمل غلط ہو تو دنیا بھی جہنم، آخرت بھی جہنم۔ معاشی نظام غلط ہو تو دنیا کی آگ بھی انسانوں کو جھلسا دیتی ہے اور موت کے بعد کا اگلا مرحلہ بھی اذیت ناک اور تکلیف دہ ہے۔ اس لیے ایک مسلمان سے کہا گیا کہ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ایمان والو! اپنے آپ کو بداَخلاقی کی اُس جہنم سے بچاؤ، جو تمھاری روحوں، جسموں کو جھلسا دینے والی ہے۔ تمھیں اذیت میں مبتلا کرتی ہے۔ جیسے آگ جسمِ انسانی کو جلا کر شدید ترین اذیت اور تکلیف میں مبتلا کرتی ہے، ایسے ہی یہ بداعمالیاں اور بداَخلاقیاں بھی انسانوں کو اذیت ناک حالت میں مبتلا کردیتی ہیں۔ دنیا کی اذیت بھی ہوتی ہے اور آخرت کی اذیت بھی ہوتی ہے۔

آج ہمارے گرد وپیش کی دنیا جہنم بنی ہوئی ہے۔ اور یہ سب کچھ ہماری سیاسی، معاشی اور فکری بداَخلاقی کی وجہ سے ہے۔ ہمارا نظریہ وفکر' انسان دوستی کا نہیں رہا، بلکہ انسان دشمنی کا بن گیا۔ ہمارا سیاسی نظام امن مہیا نہیں کررہا، بلکہ بداَمنی، قتل وغارت گری، خوف اور دہشت کا ہوگیا۔ ہمارا معاشی نظام' عدل وانصاف کا نہیں، بلکہ لوٹ کھسوٹ، استحصال، دوسرے انسانوں کو تکلیف دینے کا باعث ہے۔ اس طرح دنیا کی جہنم ہم نے خود خریدی ہوئی ہے۔ اس جہنم سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ نظریہ کل انسانیت کی فلاح و بہبود کا ہو۔ سیاست بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب، انسانیت کے لیے امن کی ہو اور معاشی نظام تمام انسانوں کے لیے عدل ومساوات اور خوش حالی کا ہو۔ یہ اعلیٰ اخلاق واقدار انسان کی زندگی کا حصہ بنیں تو دنیا کی کامیابی بھی ہے اور آخرت کی کامیابی بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ''

بقیہ: قرآن حکیم اور انبیا علیہم السلام کا فکر ونظریہ

انھوں نے وسائل پر قبضہ کیا اور انسانیت پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے۔ حضرات انبیا علیہم السلام کا براہِ راست ٹکراؤ ایسے ہی ظالم طبقات سے ہوتا ہے۔ خواہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے ٹکراؤ ہو، حضرت یوسف علیہ السلام کا مصر کے حکمران اور ظالم طبقات سے ہو، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فراعین مصر سے ہو، حضرت داؤد علیہ السلام کا جالوت کے مقابلے میں میدانِ عمل میں آنے کا عمل ہو یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات مسخ شدہ یہودیت کے مقابلے پر آئیں۔ یا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی جدوجہد، جو ابوجہل، عتبہ، شیبہ، قیصر وکسریٰ کے خلاف بین الاقوامی انقلاب اور مزاحمت کی ایک عالم گیر علامت بن گئی۔ گویا کہ نبوت کا ایک بنیادی مقصد سوسائٹی کے غلط معاشی نظام کے خلاف مزاحمتی جدوجہد اور کوشش ہے۔ اسی لیے قرآن نے اس آیت میں کہا کہ: تکبر وظلم کے معاشی نظام کی وجہ سے ہم نے کتنی قومیں ہلاک کی ہیں۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم انبیا علیہم السلام کے اعلیٰ اَخلاق کو اختیار کریں اور انبیاؑ کی سنت پر چلتے ہوئے نظامِ ظلم کے خلاف مزاحمتی شعور پیدا کریں۔ تاکہ انسانیت کو امن اور معاشی خوش حالی نصیب ہو۔ ''

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

اقوالِ زرّیں

حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوری قدس اللہ سرہٗ السعید

- ایسی صورت حال جس میں ''صاحب اقتدار'' اور ملکی ''ماہرین'' مطمئن ہوں اور عوام کے مسائل حل نہ ہو رہے ہوں، کسی بھی ملک کے لیے انتہائی خطرناک (صورت) ہوتی ہے۔
- جو نظام' خرابیوں، فرقہ پرستیوں اور استحصال کا سرپرست ہے' اس کی جڑ بنیاد سے اکھیڑنے کی جدوجہد کرو۔
- (یورپ کی) محض تہذیب و کلچر کی مخالفت کی جائے اور نظام ظلم کو توڑنے کی جدوجہد نہ کی جائے تو کس طرح اس کے تہذیبی اثرات سے بچا جا سکتا ہے!
- ملک میں برسر اقتدار طبقہ اور اپوزیشن (یا اقتدار کا امیدوار طبقہ، یہ سب محض) اقتدار کی جنگ میں باہمی دست و گریباں ہیں۔
- غیر تربیت یافتہ (افراد) کا اکھ دشمن کے ایک وار کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتا۔
- آج ہر طرف مجمعے ہیں، جماعت نہیں۔ لہٰذا مجمعوں کی بجائے جماعت پیدا کیجیے، کیوں کہ مجمعے بے اثر ہوتے ہیں اور جماعت تاریخ ساز ہوا کرتی ہے۔
- حضرت شیخ الہند (مولانا محمود حسنؒ)، حضرت (مولانا عبید اللہ) سندھیؒ اور حضرت (مولانا سید حسین احمدؒ) مدنی کو ماننے کے باوجود جو لوگ تبدیلی نظام کی جدوجہد کرنے کی بجائے محض تبدیلیٔ اقتدار کے خواہش مند ہیں۔ ان کے ساتھ مل کر کیسے کام کیا جا سکتا ہے؟ ان کا راستہ ہم سے مختلف ہے۔ کیوں کہ جس نظام کی بنیاد عدل و تقوی پر ہے، وہ تو یقیناً نظامِ ظلم کو توڑ کر ہی اس کی جگہ لے گا۔

ادارہ رحیمیہ میں اجتماعی قربانی کا انتظام

گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ مین کیمپس لاہور میں اجتماعی قربانی کا انتظام کیا گیا ہے۔ جو احباب اپنے یا اپنے دوستوں اور احباب کے قربانی میں حصص رکھنا چاہیں، وہ ادارہ کے دفتر سے رابطہ کر کے اپنا نام درج کروالیں۔

گائے میں قربانی کا ایک حصہ تقریباً مبلغ =/7000 روپے کا ہوگا۔

قربانی کے موقع پر ادارہ کا تعاون کریں

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور سے وابستہ احباب اور معاونین ملک بھر میں ادارہ کے لئے قربانی کی کھالیں جمع کرتے ہیں، متعلقین اور متوسلین اور دیگر تمام احباب سے درخواست کی جاتی ہے کہ اس سلسلہ میں چرمہائے قربانی اکٹھا کرنے کے لئے ملک بھر میں ادارہ کے قائم کردہ مراکز میں کارکنان اور معاونین رحیمیہ سے بھرپور تعاون فرمائیں۔

نام معاون ادارہ رحیمیہ:..

ایڈریس اور رابطہ نمبر:..

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی شعبہ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

براہ راست سوالات پوچھنے کے لیے رابطہ کریں: **0321-4431184**

سوال (1): ایک شخص جماعت میں شریک ہوا۔ نماز مکمل ہو جانے کے بعد اُسے معلوم ہوا کہ امام صاحب کا مسلک مقتدی سے مختلف ہے۔ کیا ایسی صورت میں نماز درست ہو جائے گی یا اعادہ ضروری ہے؟ محمد حارث، چشتیاں

جواب: جماعت میں شریک ہونے والے کا مسلک حنفی ہے اور امام صاحب' شافعی، مالکی، حنبلی مسلک کے پابند ہیں تب بھی نماز درست ہو جائے گی۔ نماز کے کسی قسم کے اعادے کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی معلوم ہونے پر نماز کا توڑنا درست ہے۔

سوال (2): ایک شخص تنہا عشا کی نماز' وتر و سنن کے ساتھ مکمل کر چکا۔ اس کے بعد عشا کی نماز کی جماعت ہونے لگی تو وہ بھی اس نماز میں شریک ہو گیا۔ تو ایسے نمازی کو وتر و سنن دوبارہ پڑھنے ہوں گے یا نہیں؟ عبدالوحید، لاہور

جواب: اس صورت میں فرض نماز تو وہی ہے، جو وہ پہلے پڑھ چکا ہے اور سنن و وتر بھی ادا کر چکا ہے۔ بعد میں جماعت والی نماز جس میں شرکت ہوئی ہے، وہ نفل ہے۔ اس لیے اس کو دوبارہ وتر وغیرہ نہیں پڑھنے چاہئیں۔

سوال (3): آج کل کچھ میڈیسن استعمال ہو رہی ہیں، جن میں الکحل ڈالا جاتا ہے۔ ایسی ادویات کا شرعی حکم کیا ہے؟ کیا شراب کا استعمال دوا کے طور پر شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

ڈاکٹر محمد آصف نوید، لاہور

جواب: ایسی ادویات، جن میں الکحل استعمال کیا جاتا ہے، ان کو استعمال کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ اور ماہر معالج کی تجویز پر دوا میں شراب کا استعمال بھی کیا جا سکتا ہے۔

سوال (4): نمازی کے سامنے سے عورت گزر جائے تو نماز میں کسی قسم کا حرج ہوتا ہے یا نہیں؟ امانت علی، سیالکوٹ

جواب: حالتِ نماز میں عورت نمازی کے سامنے گزر جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔

سوال (5): عورت محرم یا شوہر کے بغیر سفر حج کے لیے جا سکتی ہے یا نہیں؟ نیز عورت اور مرد پر حج کس وقت پر فرض ہوتا ہے؟ راؤ محمد عثمان، سرگودھا

جواب: بغیر محرم یا شوہر کے عورت کے لیے سفر حج کرنا جائز نہیں ہے۔ عورت پر حج اس وقت فرض ہوتا ہے جب اس کے پاس اتنا روپیہ ہو کہ وہ اپنے سفری اخراجات اور اپنے محرم کے اخراجات سفر برداشت کر سکتی ہو۔ اور مرد پر حج اس وقت فرض ہوتا ہے جب وہ اپنے سفر حج کے اخراجات کے علاوہ حج سے واپسی تک کے اخراجات کا انتظام بھی رکھتا ہو۔ اور اس کے ذمے کسی کا قرض بھی نہ ہو۔

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)
حضرت سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
حضرت مولانا محمد اشرف انز (حیدرآباد)
حضرت ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
حضرت حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ (کوئٹہ)
محترم سید خالد ریاض بخاری (سعودی عرب)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔
ممبر شپ کی رقومات کی ترسیل بنام
''رحیمیہ لاہور'' میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔

www.rahimia.org